نقد و نظر

ارسلان علی

ماہنامہ مجلّہ ''الاحیاء'' کے اداریے پر ایک نظر

ماہنامہ "الاحیاء" جون کا شمارہ میرے سامنے ہے۔ جس میں جناب جواد حیدر صاحب نے کلمہ الاحیاء کے تحت "جدید طرز فکر اور رجحانات" پر اپنے خیالات کا اظہار فرمایا۔ مکمل مضمون پڑھنے سے صاف پتہ چلتا ہے کہ صاحب مضمون منتشر خیالات کے مالک ہیں۔ پورا مضمون بے ربط اور تضادات کا مجموعہ ہے۔ اور ایسی فکر پیش کی گئی جسے جدید فتنہ کا نام تو دیا جاسکتا ہے۔ لیکن اسے اسلاف کا منہج ہرگز قرار نہیں دیا جاسکتا۔ مثلاً صاحب مضمون رقم طراز ہے "اس لیے بدلتے سوچ کے زاویے اور عقل کی ترجیحات کے پیش نظر ہی الٰہی تعلیمات منظر عام پر لانی چاہیں" میں نے وہی الفاظ نقل کیے ہیں۔ جو الاحیاء میں شائع ہوئے ہیں۔ تاکہ غلط فہمی پیدا نہ ہو۔ ورنہ اس میں املاء کی غلطیاں بھی ہیں۔ مذکورہ بالا عبارت کا مفہوم کیا ہے۔ ظاہر میں دیکھا جائے۔ تو یہ نئی فکر کی شروعات ہیں کہ الٰہی تعلیمات کو لوگوں کی عقل کے مطابق بیان کرنا چاہیے۔ اور جن احکامات کو عقل قبول نہ کرے۔ انہیں طاق نسیاں پر رکھ دینا چاہیے یا مسترد کر دینا چاہیے۔ العیاذ باللہ۔ معلوم نہیں صاحب مضمون کیا پیغام دینا چاہتے ہیں۔ اور انہوں نے یہ جدید فکر کہاں سے مستعار لی ہے۔ مزید رقم طراز ہیں۔ " کہ آنجناب سے پہلے مختلف فکری و نظریاتی پہلوؤں کی بنیاد پر قوم اور ہر دور میں انبیاء بھی الگ الگ بھیجے جاتے تھے۔ "فاضل مضمون نگار کو یا تو " فکری و نظریاتی " کا معنی نہیں آتا اور اگر آتا ہے تو پھر عمداً ایک نئے فساد کا دروازہ کھول رہے ہیں۔ انہیں معلوم ہونا چاہیے کہ حضرت آدم علیہ السلام سے لیکر حضرت محمد ﷺ تک جتنے بھی انبیاء اور رسل مبعوث ہوئے سب کی فکر اور نظریہ ایک تھا۔ جس میں ذرا برابر بھی فرق ثابت نہیں ہوسکتا۔ سب توحید کے ساتھ اللہ تعالیٰ کی عبادت کی دعوت دیتے رہے۔ جس کا تذکرہ قرآن حکیم میں بھی موجود ہے۔ نامعلوم صاحب مضمون کو یہ مغالطہ کیسے ہوا کہ سابقہ انبیاء کی بعثت مختلف نظریات اور افکار کی وجہ سے ہوئی۔

دین اور شریعت میں دو باتیں بڑی نمایاں ہیں۔ ایک عقیدہ ہے۔ مثلاً توحید، رسالت، آسمانی کتب، ملائکہ، آخرت، تقدیر وغیرہ۔ جن کے بارے میں ٹھوس اور پختہ عقیدہ رکھنا از حد ضروری ہے۔ جس میں بدلتے حالات رجحانات اور تصورات کو سامنے رکھ کر اجتہاد کی گنجائش ہرگز ہرگز نہیں ہے۔ دوسرا فقہی مسائل ہیں۔ اگر کتاب وسنت سے منصوص ہیں تو تبدیلی ناممکن ہے۔ اگر منصوص نہیں تو اس میں اجتہاد کیا جاسکتا ہے۔ بشرطیکہ اجتہاد ان اصولوں کے مطابق ہو جنہیں فقہا امت نے وضع کیا ہے۔

صاحب مضمون نے اپنا نقطہ نظر بیان کرنے کے لیے جو اسلوب اختیار کیا وہ بھی عجیب وغریب ہے۔ جس سے ان کا مقصود ومطلوب ذرا بھی سمجھ میں نہیں آتا۔ البتہ خلط مبحث کا مجموعہ ضرور ہے۔ چند مشکل الفاظ کو بے ربط جمع کر لینے سے یہ تاثر ہرگز نہیں ابھرتا کہ کوئی فلسفیانہ مضمون ہے۔ بلکہ صاحب قلم کی نادانی اور منتشر خیالات کی ترجمانی ضرور کرتا ہے۔ ذرا اس عبارت پر غور فرمائیں " آج اگر کوئی جدید فکر یا عصر حاضر کے رجحانات کے پیش نظر اپنی تحقیق کی بناء پر کسی بات پر پہنچتا ہے تو اسے کسی بات کا منکر یا مقر (مضمون میں ایسا لکھا ہے) قرار دینے سے پہلے اس کے طرز فکر اس کے طریق مطالعہ اور رجحانات کا تعین کر کے اس کی اصل غلطی اس پر واضح کی جانی چاہیے" کیا سمجھے؟ آگے جا کر صاحب مضمون لکھتے ہیں " کہ ہمارے ہاں عموماً ایک حدیث کے انکاری کو منکر حدیث قرار دیکر احادیث کے حجت ہونے پر دلائل اکھٹے کر دیے جاتے ہیں۔ جب کہ وہ سرے سے ہی قرآن کے علاوہ کسی اور شے کو وحی ماننے کا انکاری ہوتا ہے" کیسی متضاد تحریر ہے شروع میں ایک حدیث کے انکاری کا ذکر جب کہ آخر میں قرآن کے علاوہ کسی اور شے کو وحی ماننے کا انکاری۔۔۔۔۔ تو گویا یہ شخص تمام احادیث کا انکاری ہوا۔ ایسے فرد کے لیے کیا علاج تجویز کیا جائے۔۔۔؟

علماء کرام کے بارے میں اپنے بلند پایہ خیالات کا اظہار ان الفاظ میں کرتے ہیں " دور حاضر میں جدید ذہن اور جدید طرز فکر سے عدم واقفیت کی بنا پر علماء شریعت کا بہت بڑا طبقہ نہ صرف مسائل سے نا آشنا ہے بلکہ جدید فلسفہ وتصورات کے حاملین کا اصل مسئلہ سمجھنے سے بھی قاصر ہیں" سبحان اللہ کیا دانشمندانہ تحریر ہے۔ نہ جانے وہ کون سے جدید مسائل ہیں۔ یا نیا فلسفہ ہے جسے علماء شریعت نہ سمجھ سکے۔ اور صاحب مضمون ہی ان سے آگاہ ہیں۔ مزید رقم طراز ہیں۔ ذرا عبارت پر خصوصی غور فرمائیں "اس کے علاوہ ایک بات یہ بھی ہے کہ علماء معاشرے کے رجحانات اور طرز تکلم وغیرہ سے بھی ناواقف ہوتے ہیں۔ جس کی وجہ سے وہ عموماً اپنا اعتماد کھو بیٹھے ہیں" علماء کرام کی نااہلی کی کیا منطق ہے؟ اور عوام الناس کے عدم اعتماد کی وجہ

کتنی اہم ہے۔غالباً آجکل عوام علماء کی بجائے اطباء انجینئرز اور وکلاء سے شریعت معلوم کر رہے ہیں۔

آج ہمارا المیہ یہی ہے کہ ہم مسائل کو اپنی مرضی سے حل کرنا چاہتے ہیں۔اگر پیش آمدہ مسائل ذاتی خواہش کے مطابق حل نہ ہوں تو علماء کرام کو کوستے ہیں۔انہیں برا بھلا کہتے ہیں۔اور انہیں جاہل گنوار گردانتے ہیں۔کیونکہ یہی طبقہ ہماری خواہشات کی تکمیل میں رکاوٹ ہے۔یہ صرف صاحب مضمون کی پریشانی نہیں بلکہ اس سے قبل اور لوگ بھی ہیں۔جب سود کی بات کرتے ہیں تو ان کی خواہش ہوتی ہے کہ اس کی حلت کا فتویٰ دیا جائے۔بصورت دیگر وہ کہتے ہیں کہ علماء کرام جدید معیشت کو نہیں سمجھتے۔یہ بوریا نشین کیا جانیں کہ دولت کیسے کمائی جاتی ہے۔

بہر حال ہماری صاحب مضمون سے گذارش ہے کہ وہ جدید مسائل اور نظریات پر ضرور لکھیں۔لیکن پہلے اس بات کا جائزہ لیں کہ وہ جو کچھ کہنا چاہتے ہیں۔اس کو خود بھی سمجھے ہیں یا نہیں۔نیز اس موضوع میں سینکڑوں کتب موجود ہیں۔انہیں بارھا پڑھیں۔کم از کم آپ کا لکھا جگ ہنسائی کا سبب نہ بنے۔

☆......☆......☆......☆......☆......☆

بقیہ ترجمۃ القرآن

بعض مفسرین نے سورۃ نوح کی تفسیر میں حضرت حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ کے بارے نقل فرمایا کہ ایک مرتبہ حضرت حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ کی مجلس میں ایک شخص نے خشک سالی کی شکایت کی۔انہوں نے کہا اللہ سے استغفار کرو۔دوسرے شخص نے تنگ دستی کی شکایت کی۔تیسرے نے کہا میرے ہاں اولاد نہیں ہوتی۔چوتھے نے کہا میری زمین کی پیداوار کم ہو رہی ہے۔تمام کو حضرت امام حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ نے یہی جواب دیا کہ استغفار کرو۔لوگوں نے کہا کہ یہ کیا معاملہ ہے کہ آپ سب کو مختلف پریشانیوں کا ایک ہی علاج بتا رہے ہیں۔انہوں نے جواب میں مذکورہ بالا سورۃ نوح کی آیات تلاوت کیں اور فرمایا ان آیات میں تمام پریشانیوں کا حل استغفار ہی بتایا گیا ہے۔

لہٰذا آج اُمت مسلمہ اور پاکستانی قوم کو مہنگائی کے طوفان، قتل وغارت، بے رحم اور ظالم حکمرانوں اور امریکی سامراج کی فوجوں کے ناپاک عزائم سے اور غربت کی وجہ سے غریب عوام کی خودکشی جیسے پریشان کن حالات سے بچنے کے لیے ضروری ہے کہ ہم اللہ کے حضور صدق دل سے توبہ واستغفار کریں۔اللہ تعالیٰ ہمیں خلوص دل سے توبہ کی توفیق عطا فرمائے۔آمین۔

بقیہ ترجمۃ الحدیث

اور دین اسلام کو مضبوطی سے تھام رکھیں گے اور تکالیف کے باوجود صبر واستقامت کا مظاہرہ کرتے ہیں۔جیسا کہ مذکورہ بالا حدیث میں پہلے انبیاء کے پیروکاروں کی آزمائش میں استقامت کا ذکر کیا گیا ہے۔انہیں ہر قسم کے ظلم عظیم اور تشدد لالچ وغیرہ اور کسی قسم کا حربہ انہیں دین اسلام اور توحید سے منحرف نہ کر سکا۔آج بھی طاغوتی طاقتیں اور شیطانی لشکر اسلام کے پیروکاروں کو دین اسلام سے بدظن کرنے کے لیے انتہاء پسندی، دہشت گردی، بنیاد پرستی وغیرہ کا لیبل لگا کر مسلمانوں کو اسلام سے برگشتہ کرنے کی کوشش کرتے ہیں۔ان حالات میں مسلمانوں کو استقامت کا پہاڑ بن جانا چاہیے۔